وقوعِ طلاق کے متعدّد شرعی قیود

[Urdu–اُردو– الأُردية]

فتوی: اسلام سوال وجواب سائٹ

ترجمہ: اسلام سوال وجواب سائٹ

مراجعہ وتنسیق: عزیز الرّحمن ضیاء اللہ سنابلی

القيود الشّرعية المتعدّدة للحدّ

من إيقاع الطلاق

[الأُردية –أردو– Urdu]

فتوى:موقع الإسلام سؤال وجواب

ترجمة: موقع الإسلام سؤال وجواب

مراجعة وتنسيق:عزيز الرحمن ضياء الله السنابلي

IslamHouse.com

142223: وقوعِ طلاق کے متعدّد شرعی قیود

سوال:

الحمد للہ میں مسلمان ہوں، اور میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے، چاہے ہمیں اس کی حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اللہ عزوجل کو یہ علم ہے کہ کس چیز میں ہمارا فائدہ ہے .

میں جانتا ہوں کہ عقدِ نکاح میں جو سختی ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ خرابی اور فساد سے اجتناب اور بُعد پیدا ہو جائے، تا کہ کوئی عورت زنا کر کے یہ نہ کہے کہ میں تو شادی شدہ ہوں لیکن طلاق کے معاملہ میں اتنی آسانی کیوں .

صرف ایک کلمہ کے ساتھ ہی شادی ختم ہو جاتی ہے اور پھر بغیر گواہوں کے ہی اور لوگوں کو بتائے بغیر ہی، اور پھر طلاق تین

طلاقوں میں محدود ہے، کیا خاندان کی تباہی میں یہ آسانی نہیں ہے؟

اور اسی طرح طلاق میں گواہوں کا نہ ہونے میں بھی خرابی نہیں ہے کیونکہ اگر طلاق دینے والا خاوند طلاق پر گواہ نہیں بناتا تو بیوی وراثت کا مطالبہ کر سکتی ہے، اور پھر زنا سے حاملہ ہونے کے بعد وہ طلاق دینے والے شخص کی طرف اسے منسوب بھی کر سکتی ہے؟

بتاریخ 2011-05-31 کو نشر کیا گیا

جواب

الحمدللہ :

اسلام نے شادی اس لیے مشروع کی ہے اور شادی کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اس میں بہت ساری مصلحتیں پائی جاتی ہیں، اور مصلحت کی بنا پر ہی طلاق میں سختی کی ہے، ایسا نہیں ہے جیسا کہ سائل کہہ رہا ہے: کہ طلاق میں آسانی کی گئی ہے بلکہ طلاق کے لیے کئی ایک قیود اور احکام ہیں جو طلاق میں مرد پر تنگی کرتے ہیں، اور طلاق کے وقوع میں کمی کرتے ہیں اس لیے طلاق خاوند کے ہاتھ میں نہیں دی گئی ہے کہ وہ جب چاہے اسے استعمال کرلے.

اگر مسلمان ان احکام پر عمل پیرا ہوں تو طلاق کی شرح بہت ہی کم ہو جائے، اور خاوند بالفعل بغیر کسی ضرورت کے طلاق دے ہی نہ، لیکن آج کل اکثر لوگ ان احکام کی پابندی نہیں کرتے ہیں، اور انہوں نے اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے کی جراءت کرنا

شروع کردی ہے، اسی بناپر طلاق کثرت سے ہوتی ہے اور کچھ لوگوں نے یہ گمان کرلیاہے کہ اسلام نے طلاق کے معاملہ میں آسانی کرر کھی ہے.

طلاق کے وقوع میں کمی کرنے کے لیے درج ذیل احکام مشروع کیے ہیں:

ا۔ اصل میں طلاق دینا ممنوع ہے، یاتو حرام یاپھر مکروہ.

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اصلا طلاق ممنوع ہے، صرف بقدرِ ضرورت طلاق مباح کی گئی ہے، جیساکہ صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (أن إبليس ينصب عرشه على البحر، ويبعث سراياه، فأقربهم إليه

منزلة أعظمهم فتنة، فيأتيه الشيطان فيقول : ما زلتُ به حتى فعل كذا ، حتى يأتيه الشيطان فيقول : ما زلتُ به حتى فرقتُ بينه وبين امرأته ، فيدنيه منه ، ويقول : أنتَ ، أنتَ ويَلتزِمَهُ)

" ابلیس اپنا تخت پانی پر لگاتا ہے اور اپنے لشکر کو روانہ کرتا ہے، ابلیس کے یہاں سب سے زیادہ مقام و مرتبہ والا وہ کارندہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ و خرابی کرنے والا ہو.

شیطان ابلیس کے پاس آکر کہتا ہے: میں اس شخص کے ساتھ ہی لگا رہا حتیٰ کہ اس نے ایسے کیا، اور ایک دوسرا شیطان آکر کہتا ہے میں اس کے ساتھ ہی لگا رہا حتیٰ کہ میں نے اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی کرادی، تو ابلیس اس شیطان کے قریب ہو کر کہتا ہے:

"ہاں تم نے کام کیا تم نے کام کیا، اور اسے اپنے سے چمٹا لیتا ہے۔"

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جادو کی مذمت میں فرمایا ہے:

﴿فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ﴾

"تو وہ ان دونوں سے وہ کچھ سیکھتے ہیں جس سے آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈالدیں"۔[البقرة: ١٠٢] انتہی.

دیکھیں: مجموع الفتاوی (٣٣ / ٨١).

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ بھی کہنا ہے:

"اور اگر ضرورت طلاق دینے کا باعث نہ ہوتی تو دلیل طلاق حرام ہونے کی متقاضی تھی، جیسا کہ آثار اور اصول اس پر دلالت کرتے ہیں، لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بندوں کی

ضرورت کی بنا پر اپنے بندوں پر رحمت کرتے ہوئے بعض اوقات طلاق کو مباح کیا ہے"۔انتہی

دیکھیں: مجموع الفتاوی (۳۲ / ۸۹).

۲۔ اللہ تعالیٰ نے طلاق (کا اختیار یا حق) خاوند کے ہاتھ میں دی ہے نہ کہ بیوی کے ہاتھ میں.

اگر طلاق عورت کے ہاتھ میں دی گئی ہوتی تو آپ دیکھتے کہ اس وقت جتنی طلاق کی شرح ہے اس سے بھی کہیں زیادہ طلاقیں ہوتیں؛کیونکہ عورت بہت جلد جذبات اور غصہ میں آجاتی ہے، اور اپنے فیصلہ میں بہت جلدی کرتی ہے.

ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

طلاق کی تشریع کے محاسن میں یہ بھی شامل ہے کہ طلاق مردوں کے ہاتھ میں دی گئی ہے نہ کہ عورتوں کے ہاتھ میں اس کا سبب یہ ہے کہ: مرد حضرات اپنے آپ پر زیادہ کنٹرول کرنے والے ہوتے ہیں، اور معاملات کے انجام کو مد نظر رکھتے ہیں. دیکھیں: فتح القدیر (۳ / ۴٦۳).

۳۔ آدمی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے، یا پھر اس طہر میں جس میں بیوی کے ساتھ جماع کیا ہو.

اس طلاق کے واقع ہونے میں فقہاء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے آیا حیض یا جماع کرنے کے بعد طہر میں دی گئی طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟

اس کی تفصیل دیکھنے کے لیے آپ سوال نمبر (72417) کے جواب کا مطالعہ کریں.

اس لیے جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہو اور بیوی حیض کی حالت میں ہو یا پھر اس نے اس طہر میں بیوی سے جماع کر لیا ہو تو اسے انتظار کرنا چاہیے کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے اور پھر طہر میں جماع کرنے سے پہلے طلاق دیدے، بعض اوقات یہ عرصہ اور مدت ایک ماہ تک چلا جاتا ہے، اور اکثر طور پر اس عرصہ میں خاوند طلاق دینے کا ارادہ تبدیل کر لیتا ہے، اور جس سبب نے اسے طلاق پر ابھارا تھا وہ سبب بھی ختم ہو سکتا ہے.

۴۔ طلاق کے بعد بیوی کو گھر سے نہ نکالنا، طلاق کے بعد بیوی کو گھر سے نکالنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ ۖ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا﴾

" اے نبی! (اپنی امت سے کہو کہ) جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت (کے دنوں کے آغاز) میں انہیں طلاق دو اور عدت کا حساب رکھو، اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو، نہ تم انہیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ (خود) نکلیں ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کھلی برائی کر بیٹھیں، یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، جو شخص اللہ کی حدوں سے آگے بڑھ جائے اس نے یقیناً اپنے اوپر ظلم کیا، تم نہیں جانتے شاید

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی نئ بات پیدا کر دے
“۔[الطلاق: ۱]

اس حکم میں حکمت یہ ہے کہ خاوند اور بیوی کو اپنی مشکل حل کرنے کے لیے مہلت اور فرصت دی جائے اور کسی تیسرے شخص کی دخل اندازی سے قبل ہی خاوند اور بیوی آپس میں رجوع کر لیں، کیونکہ ہو سکتا ہے کسی اور شخص کی دخل اندازی اصلاح کے لیے نہیں بلکہ اور خرابی پیدا کرنے کے لیے ہو.

اگر صرف طلاق کی بنا پر ہی عورت اپنے گھر سے چلی جائے، تو اس کے نتیجہ میں خاوند کو اور زیادہ اختلاف ہو جائے گا - جیسا کہ ہوتا ہے-اور خاوند اپنی بیوی سے رجوع ہی نہیں کریگا.

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسی آیت میں اس حکم کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

” تم نہیں جانتے کہ شائد اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دے “۔[الطلاق:۱]

اور یہ حالت میں تبدیلی اور خاوند کا اپنی بیوی سے رجوع کرنا ہے.

مزید آپ سوال نمبر (14299) کے جواب کا مطالعہ ضرور کریں.

۵۔شریعت مطہرہ نے خاوند کے لیے طلاق دینے کی تعداد کی حد تین طلاق مقرر کی ہے.

اس میں ظاہر میں تو یہی حکمت ہے تاکہ اگر وہ طلاق پر نادم ہو تو اسے بیوی سے رجوع کرنے کی فرصت اور موقع مل جائے اور ہو سکتا ہے دونوں میں سے جس کی غلطی تھی وہ اپنی غلطی کی اصلاح اور تصحیح کرلے.

پھر خاوند کو ایک اور موقع دیا گیا ہے، اور اگر وہ اسے تیسری طلاق دے دے تو یہ -غالبا اس پر دلالت کرتی ہے کہ- ان کے معاملات درست نہیں ہوئے، اس لیے اب علیحدگی کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہا.

علامہ طاہر بن عاشور رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اس عظیم تشریع میں حکمت یہ ہے کہ: خاوندوں کو اپنی بیویوں کے حقوق کو کم سمجھنے سے روکنا، اور بیویوں کو اپنے گھروں میں

کھلونہ بنانے سے منع کرنا ہے، اس لیے پہلی طلاق خاوند کے لیے خطرہ کی گھنٹی اور دوسری طلاق تجربہ اور تیسری طلاق کو علیحدگی اور جدائی بنایا گیا ہے.

جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسی اور خضر علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے:

" پہلی غلطی موسی علیہ السلام کی جانب سے بھول کر ہوئی تھی، اور دوسری شرط تھی اور تیسری عمدا اور جان بوجھ کر تھی "۔

اسی لیے خضر نے موسی علیہ السلام کو تیسری بار کہا تھا: [یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے]. الکھف (۷۸).

صحیح بخاری حدیث نمبر (۲۵۷۸) مسند احمد (۳۵ / ۵٦).

محققین حضرات نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے.

دیکھیں: التحریر والتنویر (۲ / ۴۱۵).

اور ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ تین طلاقوں کی مشروعیت میں حکمت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"کیونکہ نفس جھوٹا ہے، بعض اوقات نفس یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کی ضرورت نہیں رہی یا اسے چھوڑنے کی ضرورت پیش آگئی ہے، یا اس طرح کا خیال دل میں لائے اور جب یہ ہو جائے یعنی طلاق دے بیٹھے اور نادم ہو اور سینہ میں تنگی پیدا ہو جائے اور صبر کرنا مشکل ہو تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تین طلاق مشروع کی ہیں تاکہ وہ پہلی بار تجربہ کرے اور اگر صورت حال اس کی تصدیق کرے تو وہ طلاق میں ہی باقی رہے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے.

بصورت دیگر اگر اس کے لیے ممکن ہو تو اپنی بیوی سے رجوع کرلے (اس کے ساتھ پہلے کی طرح زندگی بسر کرے)، پھر اگر دوسری بار بھی نفس اسے ایسا کرنے پر ابھارتا ہے اور غالب آجائے اور وہ اسے طلاق دے بیٹھے تو اب اس سے جو کچھ ہوا ہے اس میں غور وخوض کرے۔

اس لیے وہ تیسرا طلاق اسی وقت دیتا ہے جب وہ اپنی حالت کا تجربہ کر چکا ہوتا ہے ، اور پھر تیسرے طلاق کے بعد کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا"۔ انتہی

دیکھیں: شرح فتح القدیر (٣ / ٤٦٥ - ٤٦٦).

٦۔ بیوی کو وعظ ونصیحت کرنے اور بستر میں اکیلا چھوڑنے اور ہلکا پھلکا مارنے کی مشروعیت ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جب

بیوی اپنے خاوند کی نافرمان ہو، اور اس کی بات نہ مانے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ ۖ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا﴾

" اور جن عورتوں کی نافرمانی اور بد دماغی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستر پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان پر کوئی راہ تلاش نہ کرو، یقینا اللہ تعالیٰ بڑی بلندی اور بڑائی والا ہے"۔ النساء(۳۴).

اس لیے چھوٹی سے مشکل پر ہی خاوند طلاق سے ابتدا نہ کرے، بلکہ یہ سب خاوند اور بیوی کے مابین اصلاح کی کوششیں ہیں کہ طلاق سے قبل ان میں صلح ہو جائے.

۷۔ اگر خاوند اور بیوی آپس میں اپنا جھگڑا حل نہ کرسکنے سے عاجز ہو جائیں تو پھر ان میں کوئی تیسرا شخص فیصلہ کرے.

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ﴾

"اور اگر تمہیں میاں اور بیوی کے درمیان آپس کی ان بن کا ڈر ہو تو ایک منصف مرد والوں کی جانب سے اور ایک عورت کے گھر والوں کی جانب سے مقرر کرو، اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں میں ملاپ کرادے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ پورے علم والا پوری خبر والا ہے"۔[النساء: ۳۵].

اس لیے اگر جھگڑا ہو جائے اور اسے حل کرنے میں مشکلات پیش آ رہی ہوں تو خاوند فوری طور پر طلاق ہی نہ دے بلکہ اس جھگڑے کو حل کرنے کے لیے دو منصف افراد کے لیے ایک اور کوشش کی جائے.

اس سے واضح ہوا کہ دینِ اسلام نے طلاق کی مشروعیت میں آسانی نہیں برتی ہے ، بلکہ اس میں تو مرد پر سختی اور تشدید کی ہے تا کہ طلاق میں کمی واقع ہو، اس لیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو طلاق کا عمل ناپسند ہے، محبوب نہیں ہے۔

شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا:

اسلام نے خاوند اور بیوی کے مابین آخری حل طلاق بنایا ہے، اور اس سے قبل آپس کی مشکلات کو حل کرنے کے لیے طلاق

دینے کے بجائے کئی ایک حل پیش کئے ہیں، جناب والا اگر آپ ہمیں خاوند اور بیوی کے مابین جھگڑے کو حل کرنے کے لیے اسلام کی جانب سے وضع کردہ حل کے بارے میں بتائیں تو آپ کی عین نوازش ہو گی.

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا:

" اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خاوند اور بیوی کے مابین جھگڑا ہو جانے کی صورت میں کئی وسائل مشروع کیے ہیں جن سے ان کا اختلاف ختم ہو سکتا ہے اور وہ طلاق کے خیال وتصوّر سے دور رہتے ہوئے آپس میں اکٹھے رہ سکتے ہیں، ان وسائل میں درج ذیل وسائل شامل ہیں:

وعظ و نصیحت کرنا، اور پھر اگر یہ کام نہ آئے تو اسے بستر میں علیحدہ چھوڑنا، اور اگر یہ بھی کام نہ آئے تو ہلکا پھلکا مارنا جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ ۖ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا﴾

”اور جن عورتوں کی نافرمانی اور بد دماغی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستر پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان پر کوئی راہ تلاش نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی بلندی اور بڑائی والا ہے“۔ النساء(۳۴).

اور ان وسائل میں یہ بھی شامل ہے کہ خاوند اور بیوی کے گھرانہ سے ایک ایک منصف شخص خاوند اور بیوی کے جھگڑے

کو حل کرنے کے لیے مقرر کیا جائے جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: ﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا﴾

”اور اگر تمہیں میاں اور بیوی کے درمیان آپس کی ان بن کا ڈر ہو تو ایک منصف مرد والوں کی جانب سے اور ایک عورت کے گھر والوں کی جانب سے مقرر کرو، اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں میں ملاپ کرا دے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ پورے علم والا پوری خبر والا ہے“۔[النساء: ۳۵].

اور اگر ان وسائل سے بھی فائدہ نہ ہو اور خاوند اور بیوی کی آپس میں صلح نہ ہو اور اختلاف باقی رہیں تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے

خاوند کے لیے طلاق مشروع کی ہے کہ اگر سبب وہ ہے تو بیوی کو طلاق د یدے، اور اگر ایسا نہیں ہے ، بلکہ بیوی اپنے خاوند کو ناپسند کرتی ہے یا پھر بیوی کی غلطی ہے تو وہ خاوند کو فدیہ دے کر اپنی جان چھڑا سکتی ہے.

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَن يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾

”یہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں، پھر یا تو اچھائی سے روک لینا ہے یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے، اور تمہارے لیے حلال نہیں ہے کہ تم نے انہیں جو دے دیا ہے اس میں سے کچھ بھی واپس لو، ہاں یہ اور بات ہے کہ دونوں کو اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکنے کا خوف ہو اسی طرح اگر تمہیں ڈر ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے کے لیے کچھ دے ڈالے، اس میں دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہو گا، یہ اللہ کی حدیں ہیں خبر دار ان سے تجاوز مت کرنا، اور جو لوگ اللہ کی حدوں سے تجاوز کر جائیں وہ ظالم ہیں“۔[البقرۃ: ۲۲۹].

اس لیے کہ اچھائی اور عمدگی کے ساتھ علیحدہ کر دینا اور چھوڑ دینا یہ آپس میں اختلاف سے بہتر ہے، اور پھر اس میں ان مقاصد

کا حصول بھی ناممکن ہو جاتا ہے جن کی وجہ سے نکاح مشروع کیا گیا ہے.

اسی لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِن يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّن سَعَتِهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا﴾

" اور اگر خاوند اور بیوی جدا بھی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے ہر ایک کو بے نیاز کر دیگا، اور اللہ تعالیٰ وسعت والا حکمت والا ہے"۔[النساء: ۱۳۰].

اور پھر صحیح حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جب ثابت بن قیس کی بیوی ثابت سے محبت نہ ہونے کی بنا پر ان کے ساتھ رہنے کی استطاعت نہ رکھ سکی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی سے کہا کہ: ثابت بن قیس کی

طرف سے مہر میں دیا ہوا باغ ثابت کو واپس کردو، اور ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ باغ قبول کر کے ان کو ایک طلاق دیدو، تو انہوں نے ایسا ہی کیا"۔

اسے امام بخاری نے صحیح بخاری میں روایت کیا ہے.

دیکھیں: فتاوی علماء البلد الحرام (۴۹۴ - ۴۹۵)

واللہ اعلم.

اسلام سوال وجواب

(طالبِ دُعا: عزیز الرحمن ضیاء اللہ سنابلی :azeez90@gmail.com)